



اشرف صبوحی

۳۔ دلی کا نہاری والا

پہلی بات :

جب کوئی قوم ترقی کی منزلیں طے کرتی ہے تو عام زندگی میں رہن سہن کے علاوہ اس کے کھانے پینے کے طور طریقے بھی بدل جاتے ہیں۔ اسی طرح مختلف علاقوں میں ہر زمانے میں خورد و نوش کی اشیاء کے استعمال میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ موجودہ زمانے میں فاسٹ فوڈ کو پسند کیا جاتا ہے۔ مغلوں اور نوابوں کے زمانے میں طرح طرح کے کھانے پائے جاتے تھے جیسے نہاری جو صبح کے ناشتے کے لیے ایک قسم کا سالن ہوتا ہے اور پائے، بھیجے اور گوشت کو خوب گلا کر بنایا جاتا ہے۔ ذیل کے مضمون میں نہاری اور اس کے سلسلے میں لوگوں کی پسند کو شگفتہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

جان پہچان :

اشرف صبوحی ۱۱ مئی ۱۹۰۵ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام سید ولی اشرف تھا۔ ان کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ ۱۹۲۲ء میں ایگلو عربک ہائی اسکول، دلی سے انھوں نے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اشرف صبوحی محکمہ ڈاک و تار میں ملازم رہے۔ بعد میں آل انڈیا ریڈیو سے وابستہ ہو گئے۔ وہ ایک صاحب طرز ادیب تھے۔ دلی کے مختلف طبقوں کی بول چال، وہاں کے روزمرہ اور محاورے پر پوری گرفت رکھتے تھے۔ انھوں نے بچوں کے لیے کہانیوں کی درجن بھر کتابیں لکھیں جو بہت مقبول ہوئیں۔ ان کی کتابوں میں دلی کی چند عجیب ہستیاں، غبار کارواں، جھروکے، بن باسی دیوی وغیرہ شامل ہیں۔ اشرف صبوحی نے چند انگریزی کتابوں کا اردو ترجمہ بھی کیا۔ ۲۲ اپریل ۱۹۹۰ء کو کراچی میں ان کا انتقال ہو گیا۔

نہاری کیا تھی، بارہ مسالے کی چاٹ ہوتی تھی۔ امیر سے امیر اور غریب سے غریب اس کا عاشق تھا۔ نہاری اب بھی ہوتی ہے اور آج بھی دلی کے سوانہ کہیں اس کا رواج ہے، نہ اس کی تیاری کا کسی کو سلیقہ۔ دلی کا ہر بھٹیارا نہاری پکانے لگا، ہر نان بائی نہاری والا بن بیٹھا مگر نہ وہ ترکیب یاد ہے، نہ وہ ہاتھ میں لذت۔ کھانے والے نہ رہیں تو پکانے والے کہاں سے آئیں۔

نہاری کا نام سن کر باہر والے لوٹ ہو جاتے ہیں۔ ملنے والوں سے نہاری کی فرمائش ہوتی ہے۔ اب اگر میزبان سلیقے مند ہے تو خیر ورنہ کھانے والوں کو منہ پیٹنا پڑتا ہے۔ چار آنے کی نہاری میں آٹھ آنے کا گھی کون ڈالے۔ پھر آج کل لوگ یہ بھی نہیں جانتے کہ نہاری کے بعد تر تراتے حلوے یا گاجر کی تری سے مسالوں کی گرمی کو مارا جاتا ہے۔ اس لیے نہاری بدنام ہو گئی ہے۔ اس کے سوا نہاری بیچنے والوں کو بھی تمیز نہیں رہی۔ ایرے غیرے نتھو خیرے نہاری کی دکانیں لیے بیٹھے ہیں۔ پہلے گنتی کے نہاری والے تھے؛ ایک چاندنی چوک میں، ایک لال کنویں پر، ایک جش خاں کے پھانک میں اور ایک چتلی قبر اور میا محل کے درمیان۔ ان میں سے ہر ایک شہر کا ایک ایک کونا دبائے ہوئے تھا۔ سب سے زیادہ مشہور دلی کے نہاری والے کی دکان تھی جو گھنٹا گھر کے پاس قابل عطار کے کوچے اور سیدانیوں کی گلی کے بیچ میں بیٹھتا تھا۔ جب تک یہ زندہ رہا، نہاری اپنے اصلی معنوں میں نہاری رہی۔ یہ کیا مرا کہ نہاری کا مزہ ہی مر گیا۔ نہاری کیا کھاتے ہیں کبجا جلاتے ہیں۔

یہ دکان ہم نے دیکھی ہے، بلکہ وہاں جا کر نہاری بھی کھائی ہے۔ شوقین دور دور سے پہنچتے تھے۔ گرم گرم روٹی اور تر تری دیگ

سے نکلی ہوئی نہاری... جتنی نلیاں چاہیں جھڑوائیں۔ بھیجا ڈلوایا۔ پیاز سے کرکڑاتا ہوا گھی، بے ریشہ بوٹیاں، ادراک کا لچھا، کتری ہوئی ہری مرچوں کی ہوئی اور کھٹے کی پھٹکار۔ سبحان اللہ! نواب رام پور کا پورا دسترخوان صدقے تھا۔ گھروں میں اس سامان کے لیے پورے اہتمام کی ضرورت ہے اس لیے جو اصل میں نہاری کا لطف اٹھانا چاہتے تھے، انھیں دکان ہی پر جانا پڑتا تھا۔ شہر کے نہاری بازوں کی آج بھی نہاری والوں کے ہاں بھیڑ لگی رہتی ہے۔ صبح سے دس بجے تک تانتا نہیں ٹوٹتا تو اس کا ذکر ہی کیا، خصوصاً دلی والے کی دکان پر۔ سورج نکلا نہیں کہ لوگوں کی آمد شروع ہوگئی۔ دس اندر بیٹھے کھا رہے ہیں تو بیس پیالے، کٹورے، بادے، پتیلیاں لیے کھڑے ہیں۔ ایک پیسے سے لے کر دو روپے تک کے گاہک ہوتے تھے لیکن مجال ہے کوئی ناراض ہو یا کسی کو اس کی مرضی کے مطابق نہ ملے۔ زیادہ سے زیادہ نو بجے دیگ صاف ہو جاتی تھی۔

یہ دکان دار دلی کا نہاری والا کے نام سے مشہور تھا۔ اس کی آن کا کیا کہنا؛ سنا ہے کہ دلی کے ایک رئیس اس کی دکان کو خریدنا چاہتے تھے۔ ہزار کوششیں کیں، روپے کا لالچ دیا، جائداد کی قیمت گنی اور چوگنی لگا دی، یہاں تک کہ دکان میں اشرفیاں بچھا دینے کو کہا۔ دوسرا ہوتا تو آنکھیں بند کر لیتا۔ وہیں کہیں قابل عطار کے کوپے میں بلی ماروں میں یا رائے مان کے کوپے میں جا بیٹھتا لیکن میاں دلی والے مرتے دم تک اپنی اسی آن سے وہیں بیٹھے رہے۔

ہم پانچ چار دوست پیٹ بھر کر نہاری کے شوقین تھے۔ جاڑا آیا اور نہاری کا پروگرام بنا۔ یوں تو اتوار کے اتوار باری باری سے کسی نہ کسی کے گھر پر نہاری اڑا ہی کرتی تھی لیکن ہر پندرہویں دن اور اگر کوئی باہر کا مہمان آ گیا تو اس معمول کے علاوہ بھی خاص دکان پر جا کر ضرور کھا لیا کرتے تھے۔ ہمارا دستور تھا۔ ہم پر کیا منحصر ہے، نہاری بازوں کے یہ بندھے ہوئے قاعدے تھے کہ صبح کے لیے رات سے تیاری ہوتی تھی۔ تازہ خالص گھی دو چھٹانک فی کس کے حساب سے مہیا کیا جاتا تھا۔ گاجر کا حلوا حبش خاں کے پھانک یا جمال الدین عطار سے لیتے تھے۔ اور تو کیا کہوں، اب ویسا حلوا بھی کھانے میں نہیں آتا۔ گندے نالے کی پھکسی ہوئی نیلی سفید، پھکی سیٹھی، کچی یا اتری ہوئی گاجروں کی گلتھی ہوتی ہے۔ اب اور کیا تعریف کروں۔ خیر! صبح ہوئی، مؤذن نے اذان دی اور نہاری نے پیٹ میں گدگدیاں کیں۔ ہمارے دوستوں میں خدا بخشے ایک سید صاحب تھے۔ بڑے زندہ دل، یاروں کے یار، نہایت خدمتی۔ یہ اُن کی ڈیوٹی ہوتی تھی کہ اندھیرے سے اُٹھ کر ایک ایک دوست کے دروازے کی کنڈی پٹیں اور ایک جگہ سب کو جمع کر دیں۔ سامان اسی غریب پر لادا جاتا۔

جب تک ہماری یہ ٹولی زندہ سلامت رہی اور میاں دلی والے نیچی باڑ کی مسلی مسلائی لیس دار ٹوپی سے اپنا گنج ڈھانکے، چھینٹ کی روئی دار کمری کی آستنیوں کے چاک اُلٹے، آلتی پالتی مارے، چچہ لیے دیگ کے سامنے گدی پر دکھائی دیتے رہے، نہ ہمارا یہ معمول ٹوٹا اور نہ نہاری کی چاٹ چھوٹی۔ دو چار مرتبہ کی تو کہتا نہیں ورنہ عموماً ہم اتنے سویرے پہنچ جاتے تھے کہ گاہک تو گاہک دکان بھی پوری طرح نہیں جمنے پاتی تھی۔ کئی دفعہ تو تنور ہمارے پہنچنے پر گرم ہونا شروع ہوا اور دیگ میں پہلا چمچا ہمارے لیے پڑا۔ دکان کے سارے آدمی ہمیں جان گئے تھے اور میاں دلی والے کو بھی ہم سے ایک خاص دلچسپی ہوگئی تھی۔ تین چار موقعوں پر اُس نے خصوصیت کے ساتھ ہمارے باہر والے احباب کی دعوت بھی کی اور یہ تو اکثر ہوتا تھا کہ جب علی گڑھ یا حیدر آباد کے کوئی صاحب ہمارے ساتھ ہوتے، وہ معمول سے زیادہ خاطر کرتا۔ فرمائش کے علاوہ نلی کا گودا، بھیجا اور اچھی اچھی بوٹیاں بھجوتا رہتا اور باوجود اصرار

کے، کبھی ان چیزوں کی قیمت نہ لیتا۔ اب یہ اپنے شہر والوں کی پاس داری کہاں؟ ہماری وضع میں کیا سلوٹیں آئیں کہ زندگی کی شرافت ہی میں جھول پڑ گئے۔

باتیں بڑے مزے کی کرتے تھے۔ مجھ کو پرانے آدمیوں سے پرانی باتیں سننے کا بچپن سے لپکا ہے۔ جب تک دکان لگتی، گاہک آتے ہیں اُن کا دماغ چاٹا کرتا۔ ایک دفعہ میرے چند دوست باہر سے آگئے اور آتے ہی فرمائش کی، ”یار، نہاری نہیں کھلواتے؟“ میں نے کہا، ”نہاری! کل صبح ہی سہی۔ وہیں سے نظام الدین چلے چلیں گے۔“ شام کو سید صاحب سے کہہ دیا اور سویرے ہی دکان پر جا پہنچے۔ دیگ ابھی کھلی نہ تھی۔ تنور گرم ہو رہا تھا۔ ہمیں دیکھتے ہی دلی والے کہنے لگے، ”حضت، پندرہ منٹ انتظار کرنا پڑے گا۔ ذرا تنور کا تاؤ آجائے۔ مگر آج یہ آپ کے ساتھ کون صاحب ہیں؟ پنجاب کے معلوم ہوتے ہیں۔“

”ہاں، خاص مالیر کوٹلہ کے رہنے والے ہیں۔ میں نے کہا، کیا یاد کریں گے۔ نہاری تو کھلا دو۔“

”مگر میاں، نہاری میں تو مرچیں زیادہ ہوتی ہیں۔“

”جو کچھ بھی ہو، کوئی صورت ایسی نہیں کہ مرچوں کی جھونجھ کم ہو جائے۔“

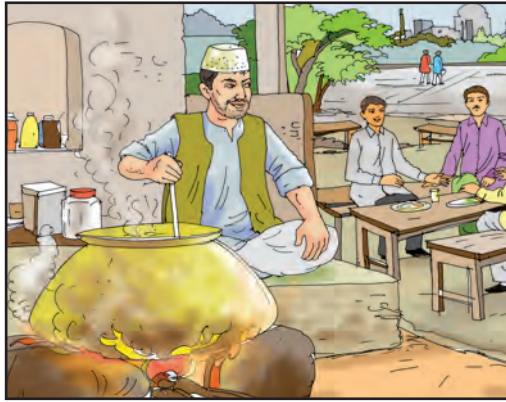
”کھٹے اور گھی کے سوا اور کیا علاج ہے لیکن میاں تمہارے کھانے کا مزہ

جاتا رہے گا۔“

”خیر! اللہ مالک ہے، کھلاؤ تو سہی۔“

”اپنی طرف سے تو کمی نہیں کروں گا، پھر بھی ناک آنکھ بہنے لگے تو ان

کی تقدیر۔“



معانی و اشارات

- نرم، ملائم
- مراد تیکھا پن
- بڑا پیالہ
- ایک قسم کی جیکٹ
- شوق

گلٹھی
جھونجھ
بادیہ
کمری
لپکا

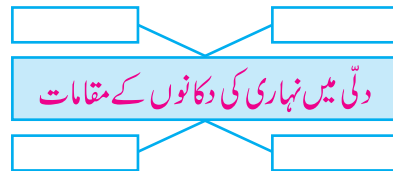
- عزت
- مراد بہت پسند کرنا
- چھٹانک
- چھینٹ
- کبچا جلانا
- خاطر کرنا
- مہمان نوازی کرنا

مشقی سرگرمیاں

◀ ایک جملے میں جواب لکھیے۔

- 1۔ نہاری کیا ہوتی ہے؟
- 2۔ نہاری کے بعد ترتر اتے حلوے یا گاجر کی تری کیوں کھائی جاتی ہے؟

◀ ذیل کا شبکی خاکہ مکمل کیجیے۔



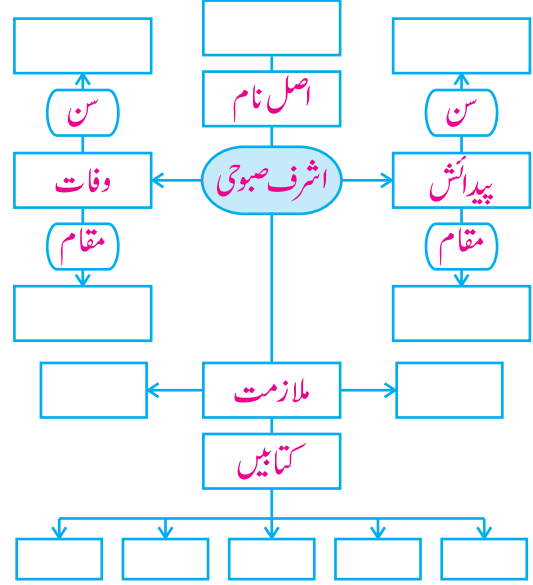
۳۔ دلی کے نہاری والے کی دکان کہاں تھی؟

۴۔ نہاری بازوؤں کے قاعدے کیا تھے؟

۵۔ مصنف کے دوست سید صاحب کی ڈیوٹی کیا ہوتی تھی؟

۶۔ میاں دلی والے کو مصنف سے خاص دلچسپی کیوں ہو گئی تھی؟

◀ 'جان پہچان' کی مدد سے ذیل کا شبکی خاکہ مکمل کیجیے۔



◀ مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ نہاری بدنام کیوں ہو گئی ہے؟

۲۔ دلی کے نہاری والے کی کن خوبیوں کی وجہ سے مصنف

اکثر انھی کی دکان پر نہاری کھانے جاتے تھے؟

۳۔ نہاری کھانے کے پروگرام کے لیے مصنف اور ان کے

دوستوں کا کیا معمول تھا؟

۴۔ باہر والے احباب کی دعوت یا مہمانوں کی آمد پر دلی کا

نہاری والا کس طرح خاطر کرتا تھا؟

◀ مفصل جواب لکھیے۔

۱۔ دلی کے نہاری والے کی دکان کو خریدنے کے لیے ایک

رئیس کی کوششیں بیان کیجیے۔

۲۔ دلی کے نہاری والے کا حلیہ بیان کیجیے۔

۳۔ پنجاب کے مہمان کی آمد پر مصنف اور نہاری والے کی

گفتگو کو اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

◀ سبق سے بولی کے الفاظ تلاش کر کے لکھیے۔

◀ اس سبق میں جن شہروں کا ذکر آیا ہے، ان کے نام لکھیے۔

◀ درج ذیل جملوں کی وضاحت کرتے ہوئے اپنے ذاتی تاثرات قلم بند کیجیے۔

۱۔ یہ کیا مرا کہ نہاری کا مزہ ہی مر گیا۔ نہاری کیا کھاتے ہیں، کلیجا جلاتے ہیں۔

۲۔ سبحان اللہ! نواب رام پور کا پورا دسترخوان صدقے تھا۔

۳۔ ہماری وضع میں کیا سلوٹیں آئیں کہ زندگی کی شرافت ہی میں جھول پڑ گئے۔

بول چال

◀ درج ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کے معنی واضح ہو جائیں۔

۱۔ منہ پیٹنا ۲۔ کلیجا جلانا

۳۔ پیٹ میں گدگدیاں کرنا ۴۔ کنڈی پیٹنا

۵۔ دماغ چاٹنا

وسعت میرے بیان کی

◀ درج ذیل بیان کی وضاحت کیجیے۔

۱۔ اگر میزبان سلیقہ مند ہے تو خیر ورنہ کھانے والوں کو منہ

پیٹنا پڑتا ہے۔

۲۔ چار آنے کی نہاری میں آٹھ آنے کا گھی کون ڈالے۔

زور قلم

◀ آپ کے شہر کی کسی مشہور دکان اور اس کی خصوصیت سے متعلق مضمون تحریر کیجیے۔

سرگرمی

◀ اسکول کی لائبریری سے ملتا واحدی کا مضمون 'چچا کبابی دلی والے' حاصل کر کے پڑھیے۔

